اسلامی نظام کفالت کا تاریخی پس منظر

عزیز احمد ماندائی*

ABSTRACT:

Islam is the complete code of Life. It gives comprehensive economic system to the world Islam provides a best walfare social system in which basic need of life like home, food and cloth provided by Islamic government and Islamic Economic system. Wealth can't be stayed at once or some people who wants to become rich, Islamic Economic vision introduced a distributive mechanism that promote equal access and the equal opportunity for all citizen we can say that all individuals in the economy have equal opportunity to take part in economic activities to fulfil their basic needs.

Keywords: Islam, Complete Code, Comprehensive, Economic, System, Walfare, Social.

اسلام نے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح معیشت کے میدان میں بھی وہ ڈنکا بجایا کہ جس کی آواز آج بھی ہم سن رہے ہیں۔اسلام نے دنیا کو ایک ایسا جامع نظام دیا کہ جس کے تحت ایک انسانی معاشرے میں ایک ایسا معاشی نظام قائم کیا جائے جس میں بغیر کسی تخصیص کے معاشرے کے ہر فرد کو کسی نہ کسی شکل میں اتنا سامان معاش ہر حال میں میسر ہو جس کے بغیر عام طور پر ایک انسان نہ اطمینان کے ساتھ زندہ رہ سکتا ہے اور نہ اپنے متعلقہ فرائض صحیح طور پر ادا کر سکتا ہے، جو مختلف حیثیت سے اس کے ذمہ عائد کی گئی ہیں۔مطلب یہ ہے کہ اگرچہ معمولی سے معمولی مشکل سے مشکل اور ادنیٰ سے ادنیٰ معیار پر صحیح لیکن ہر فرد کو کھانے پینے کیلئے غذا، پہننے کیلئے لباس، اور رہنے سہنے کیلئے گھر میسر ہو، اور قومی وسائل اور دولت پر اور ملکی ذرائع آمدنی پر معاشرے کے چند لوگوں کی اجارہ داری اور بالادستی قائم نہ ہونے پائے کہ انکی مرضی اور منشاء کے بغیر معاشرے کے دوسرے فرد ان سے استفادہ نہ کر سکیں۔

ان اجمالی گزارشات کے بعد یہ جاننا بھی نہایت ضروری ہے کہ مغربی دنیا کا یہ خیال ہیں کہ اسلام نے کوئی معاشی نظام نہیں دیا ان کے خیال میں اسلام صرف نماز، روزہ، حج تک کی عبادات تک محدود ہے اسی لئے ان کا یہ کہنا ہے کہ معیشت کے میدان میں اسلام کی طرف رجوع کرنا ہی فضول ہے، اس طرح لوگوں کو گمراہ کر کے اسلام کے نظامِ معیشت سے روکا

* اسکالر شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ بلوچستان کوئٹہ برقی پتا: azizmandai86@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۶/۱۲/۱۳ء

جارہا ہے، لیکن انکا یہ کہنا کہ اسلام نے کوئی نظامِ معیشت نہیں دیا انتہائی مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ معیشت کا تعلق حصولِ رزق اور پیدائشِ دولت سے ہے، کھانے، پینے، پہننے، اور رہنے سہنے کے لئے انتظام کیا جانا انسانی تاریخ کا اتنا قدیم عنصر ہے جتنا انسان کی تاریخ۔اس نظام کے تحت ملکی وقومی دولت کی گردش کا دائرہ کار چند اغنیاء اور بڑے مالدار لوگوں کے درمیان محدود نہ ہونے پائے کہ دوسرے کے رحم وکرم کے محتاج ہوں، بلکہ اس صورت میں تو اور بھی خصوصیت کے ساتھ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ معاشرے کے وہ افراد جو مسکین محتاج اور نادار ہو اور کسی طبعی عذر کی وجہ سے معذور ہوں، جس کی وجہ سے کوئی معاشی کام کرنے اور اپنے لئے خود روزی کمانے کے لائق نہ ہو، یا مناسب روزگار نہ ملنے کی وجہ سے حالت ایسی ہوگئی ہو تو ایسے ضرورت مند افراد کی ''معاشی کفالت'' حکومت کی اولین ذمہ داریوں میں شامل ہیں۔اسی طرح جو ان کے عزیز واقارب ہے ان کے ذمہ ان کی کفالت ہوگی اور معاشرے کے جو دیگر مالدار لوگ ہیں وہ اپنے صدقاتِ واجبہ اور نافلہ اور عطیات سے ایسے افراد کی کفالت کا انتظام کرینگے

کفالت کے لغوی معنی کے متعلق فیروز الدین اپنی کتاب فیروز اللغات میں لکھتے ہیں:

کفالت کے لغوی معنی آتے ہیں ملانا، ذمے داری، ضمانت، ضامنی، بار اور بوجھ اٹھانا۔(۱)

جبکہ علامہ شامیؒ نے کفالت کی لغوی تعریف اس طرح بیان کی ہیں:

''لغت میں اس کے معنی ملا لینے کے ہیں۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، اور زکریا نے اس کی کفالت کی یعنی اس کو اپنے ساتھ ملالیا، اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میں اور یتیم کا کفیل ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے، تو معنی یتیم کو اپنے ساتھ ملا لینے والا ہے۔''(۲)

شریعت کی اصطلاح میں کفالت کے معنی مطالبہ میں ذمہ کو ذمہ سے ملانا، یعنی جو شخص کسی شخص کے کسی چیز کا ذمہ دار ہے تو اس کے ذمہ داری کو اپنی ذمہ داری سے ملادینا کفالت ہے یعنی خود بھی ذمہ دار ہو جانا، اگر چہ ایسا اس پر واجب نہیں ہے جب ذمہ داری لے لی تو اب ذمہ دار ہو گیا۔

جیسا کہ مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے:

''کفالت کسی چیز کے مطالبے میں ذمہ کو ذمہ دار سے ملانا ہے یعنی کوئی شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ سے ملالے یعنی خود بھی ذمہ دار بن جائے اور اس نے ذمہ داری لے لی تو اسے بھی مطالبہ کرنا لازم آتا ہے۔''(۳)

صاحبِ درمختار کفالت کے اصطلاحی تعریف کے متعلق لکھتے ہیں:

''کفالت اس کو کہتے ہیں کہ اصیل سے اٹھا کر کفیل کے ذمہ کوئی کام ڈالنا، یا اصیل سے مطالبہ میں کسی اور کو بھی ذمہ دار ٹھہرادینا۔''(۴)

اسلام جس مساوات کو چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ مال و دولت کے کمی بیشی کے ساتھ ساتھ افرادِ معاشرہ کے معیارِ زندگی اور مظاہر معیشت میں زیادہ سے زیادہ ہو۔ لہذا اسلام مالدار اور غنی انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنا زائد اور اضافی مال اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اللہ تعالی کی خوشنودی اور روحانی عظمت اور اخلاقی برتری حاصل کرے۔

اسلامی نظام کفالت اس معاشی نظام کا ایک حصہ ہے جس کا مقصد محض معاشی کفالت نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ امن وسلامتی کا ضمانت بھی دینا ہے۔ اور اسی طرح اسلام جس قسم کا کفالت پیش کرتا ہے اس میں اولیت اس بات کو دی گئی ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی شخص بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے، اس نظام میں امیر کو ترغیب دے کر اور آخرت کا خوف دلا کر یہ درس دیا جاتا ہے کہ وہ غریب اور محروم المعیشت تک اس کی ضروریاتِ زندگی پہونچائے۔

اسی نظام کفالت کے تعلیمات کو اللہ تعالی نے مختلف مقامات میں مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے۔

قرآن کریم اللہ تعالی کی وہ آخری کتاب ہے جس میں تمام شعبہ ہائے زندگی کے لئے اللہ تعالی نے مسلمانوں کی رہنمائی عطاء فرمائی ہے۔ تو بالکل ناممکن ہے کہ جس چیز پر انسانی حیات کا انحصار ہو اور اس سے قرآن حکیم خاموش اور ساکت رہے۔ تو یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ انسان کو دوسرے کے ساتھ شائستگی، ربط وضبط، حقوق کی ادائیگی، ایک دوسرے کے ساتھ مال خرچ کرنے اور اس پر مستحق اجر ہونے کی بشارات دی گئی ہے تاکہ دنیا کے تمام افراد ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کے ذریعے خوشحال معاشی زندگی گزار سکیں۔

قرآن میں انفاق کا مفہوم:

کفالت اسلامی قانون کا ایک اہم جزء اور مسلمانوں کے اجتماعی زندگی کا ایک روشن باب ہے۔ مسلمانوں نے ہر دور ہر دیار میں اس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے۔ اسلام کے مالیاتی نظام میں کفالت کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے اسلامی تاریخ میں ہر دور میں غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات کو پورا کرنے اور انہیں معاشی طور پر خود کفیل بنانے اور پریشان حالوں کی حاجت روائی اور مسلمانوں کی معاشی کفالت میں اسلامی کفالت کا ہمیشہ سے اہم رول رہا ہے۔ اسلام میں کمال حاصل کرنے کیلئے جن صفات کا ہونا ضروری ہے ان اوصاف میں سے ایک صفت غریب اور مساکین کی کفالت بھی ہے۔

چنانچہ اس بارے میں قرآن کریم کی ابتدائی دوسری سورت اور اس کی بھی ابتدائی آیات میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''اور جو کچھ ہم نے ان کو رزق دیا ہے اس میں سے وہ اہل ایمان خرچ کرتے ہیں۔'' (۵)

اسی طرح آگے اللہ تعالی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ انفاق ایسی چیزوں کا نہ ہو جو خود کو پسند نہ ہوں جیسے پھٹے پرانے کپڑے، گلاسڑا اناج، باسی کھانا اگرچہ یہ چیزیں بھی اگر ضرورت سے فاضل ہوں اور کوئی حاجت مند ان چیزوں سے اپنی ضرورت پورا کرسکتا ہو تو بجائے اس کے کہ ان چیزوں کو کچرے میں پھینک دے تو ان ضرورت مندوں کو دیدے۔ لیکن اللہ تعالی کی رضا کے حصول کیلئے اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ کرے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے:

''اے ایمان والو: اپنی کمائی میں سے عمدہ اور پاکیزہ چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔''(۶)

آپ ؐنبوت سے پہلے جو غرباء و مساکین سے تعاون فرماتے تھے تو وہ سب کے سب آپ ؐکے طبعی جزبہ کے تحت ہوتا ہے۔ وہ اس لئے کہ اللہ تعالی نے رقت قلبی آپ ؐکی فطرت میں ودیعت کردی تھی۔ لیکن نبوت کے بعد لوگوں کی ''معاشی کفالت'' کی آپ ؐکو باقاعدہ سرکاری ذمہ داری اللہ تعالی کی طرف سے عطاء کی گئی۔

چنانچہ قرآنی تعلیمات کی روشنی اس کا نکتہ آغاز بیان کرتے ہوئے امام بخاری اس آیت کے:

''پیغمبر اسلام اہل ایمان سے زیادہ قریب تر ہیں ان کے اپنے آپ سے بھی''۔(۷)

جب مسلمانوں کو بکثرت فتوحات میسر ہونے لگیں اور ''بیت المال'' میں مال غنیمت کی آمد شروع ہوگئی تو آپ ؐنے اسی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے اعلان عام فرمایا:

''جس کسی مومن کی موت واقع ہو اور وہ مومن مال چھوڑ دے ترکہ میں تو وہ مال اس کے (حصہ دار) ورثاء کے لئے ہیں جو بھی وارث ہوں اور اگر وہ اس حال میں مرا کہ اس کے ذمہ کوئی قرض ہے یا اس کے ناتواں بچے ہیں تو وہ قرض اور ناتواں بچے میرے ذمہ (کفالت) میں ہیں پس میں ہی ان کا سرپرست ہوں''۔(۸)

سرمایہ دارانہ نظام کا خاصہ یہ ہے کہ یہ افراد معاشرہ سے سخاوت کو بالکل ختم کردیتا ہے۔ چنانچہ اس نظام کا کسی بھی کتاب کو اٹھا کر دیکھ لیا جائے کہ اس میں سخاوت و فیاضی کا کوئی ایک بھی عنوان ڈھونڈنے سے نہ مل سکے گا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ اس نظام کا خمیر ہی بخل اور امساک سے اٹھایا گیا ہے۔ جب کہ سخاوت و فیاضی کریمانہ اخلاق کے وہ حصہ ہیں جو اللہ رب العزت کی راہ میں خرچ کرنے سے فقراء، مساکین کی محبت، دنیاداری کی حقارت جیسی عمدہ روحانی غذا پاتے ہیں۔ نبی کریم ؐنے سخاوت و فیاضی کے اوصافِ حمیدہ کے ذریعے اپنے مال و دولت میں امت کے غریب و بے کس افراد کو بھی شامل فرمایا اور اسی طرح گردش دولت کی راہیں کشادہ کردیں اور بخل و ارتکاز دولت کی عاداتِ رذیلہ کے مضر اثرات کو ختم فرمایا۔ اور اس خصلتِ حمیدہ میں امت کو بھی اپنے ساتھ شامل فرمایا جابجا ان کی ذہن سازی کی کبھی ترغیب کے ذریعے اور کبھی ترہیب کے ذریعے، لیکن ان سب سے بڑھ کر خود آپ ؐکا اپنا پاکیزہ عمل نمونہ تھا، جس کی ادنیٰ سی جھلک پہلی بار نازل ہونے والی وحی کے وقت آپ ؐپر طاری ہونے والی گھبراہٹ کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ کا آپ ؐکو تسلی دیتے ہوئے آپ ؐکی اعلی صفات شمار کرنا ہے۔ جیسے کہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

''(آپ ؐکی گھبراہٹ کو دیکھ کر) حضرت خدیجہؓ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں اللہ تعالی آپ ؐکو کبھی رسوا نہیں کرینگے آپ ؐتو رشتوں کو جوڑنے والے ہیں۔ آپ ؐتو کمزوروں، بے کسوں کا سہارا بنتے ہیں، جن کا کوئی کمانے والا نہیں آپ ؐانہیں کھلاتے ہیں مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، اور آفت زدہ

لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔"(۹)

عہد رسالت میں سب سے پہلے مال غنیمت غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا آپؐ نے شرکاء بدر میں اس کو برابر تقسیم فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو امامہ الباہلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے آیت "انفال" (مال غنیمت) کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ یہ آیت ہم اصحاب بدر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب مال غنیمت کے متعلق ہم میں سخت اختلاف ہوا اور بات بہت آگے بڑھ گئی تو اللہ تعالی نے اسے ہم سے چھین کر رسول اللہ ﷺ کو دے دیا اور آپؐ نے اسے تمام مسلمانوں میں مساویانہ تقسیم کر دیا اور اس میں اللہ کا تقوی اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری اور آپس کے تعلقات کی اصلاح تھی۔(۱۰)

نبی اکرمؐ کا کفالت کے حوالے سے قولی تعلیمات:

نبی اکرمؐ جنہیں اللہ پاک نے "رحمۃ للعالمین" کے خطاب سے نوازا ہے اور عالم انسانیت نے آپ کو "محسن انسانیت" کا نام دے کر انسانوں پر آپ کے احسانات کا اعتراف کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کی پوری حیاتِ طیبہ انسانیت نوازی اور انسانی حقوق کی جدو جہد اور عملی نفاذ سے عبارت ہے۔۔ چنانچہ ہم بخاری شریف کے کتاب النفقات کی پہلی حدیث سے اس بات کا آغاز کرتے ہیں۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

"جب کوئی مسلمان شخص اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے"۔(۱۱)

چنانچہ اس حدیث کی تشریح میں ملا علی قاریؒ نے "اہل" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "(علی اھله)ای: من الزوجة والاقارب."(۱۲)

'یعنی اہل سے مراد بیوی اور دیگر قریبی رشتہ دار ہیں۔'اس انفاق علی الاقارب کا عملی نفاذ بھی نبی اکرمؐ نے کر کے دکھایا۔

چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہیں: "عن انس ٍرضی الله عنه قال لما نزلت هذه الأية لـن تـنـالـوا الـبـر حتی تنفقوا مما تحبون قال ابو طلحةؓ ای ربنا یسئلنا من اموالنا فاشهدک یا رسول الله انی قد جعلت ارضی بیرحاء لله قال فقال رسول الله ﷺ اجعلها فی قرابتک قال فجعلها فی حسان بن ثابت و ابی بن کعبؓ.(۱۳)

اس کی مزید تائید حضرت ابوسعید خدریؓ کے روایت سے ہوتا ہے:

"حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرمؐ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ تو اس وقت آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو تو اسے دیدے جس کے پاس کوئی سواری نہ ہو۔ اور جس کے پاس ضرورت سے زائد زادِراہ ہو تو وہ

اسے دیدے جس کے پاس زادِراہ نہ ہو۔ راوی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مختلف انواع کے زائد اموال اسی طرح اوروں کو دیدینے کا ذکر فرماتے رہے کہ ہم میں سے ہر ایک نے یہ گمان کرلیا تھا کہ ہم میں سے کسی کو بھی اپنے ضرورت سے زائد مال پر کوئی حق نہیں۔'' (۱۴)

اسی طرح ایک اور جگہ ارشادِ نبویؐ ہے:''

''جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ تیسرے آدمی کو اپنا مہمان بنالے، اور اگر چار آدمیوں کا کھانا ہو تو وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو اپنا مہمان بنالیں۔'' (۱۵)

نبیؐ کا کفالت کے حوالے سے عملی تعلیمات:

اسلام وہ واحد مذہب ہے جو گفتار سے زیادہ کردار پر زور دیتا ہے ویسے گفتار کیلئے تو صرف کتاب اللہ کا نزول کافی تھا کہ آسمان سے کوئی طبع شدہ کتاب بندوں پر نازل کردیجاتی کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ کتاب کا نزول بعد میں ہوا اور معلم کتاب کو پہلے بھیجا گیا تاکہ لوگ اس کے عمل سے ہدایت کا راستہ پائیں۔ لہذا یہ ناممکن تھا کہ نبی اکرمؐ دوسروں کو تو ''کفالت'' کی تعلیم دیں لیکن خود مستغنی رہیں۔ چنانچہ نبی کریمؐ کے دونوں زندگی یعنی قبل از نبوت اور بعد از نبوت دونوں زندگیاں غریب پروری سے لبریز ہیں۔ نبوت سے قبل ناداروں اور غرباء کی ''کفالت'' کی گواہی آپؐ کی جان نثار وفادار حضرت خدیجۃ الکبری دیتی ہے۔ جب پہلی مرتبہ آپؐ پر وحی کا نزول ہوا تو آپؐ گھبرائے اور حضرت خدیجۃ الکبری سے فرمایا کہ مجھے اپنے کیئے کا خوف محسوس ہو رہا ہے تو حضرت خدیجۃ الکبریؓ نے آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ

''خدا کی قسم ہرگز اللہ تعالی آپؐ کو رسوا نہیں فرمائیں گے کیوں کہ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ناتوانوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں اور ناداروں کے لئے کماتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔'' (۱۶)

حدیثِ بالا سے معلوم ہوا کہ منصبِ نبوت پر فائز ہونے سے قبل ہی اللہ تعالی نے غریبوں، مسکینوں اور نادار لوگوں کی ''کفالت'' کا جزبہ آپؐ کے سینہ میں موجزن کردیا تھا اور اس وقت بھی آپؐ کی کمائی اور آپؐ کی تجارت اپنی عیش وعشرت کے لئے نہیں تھی بلکہ معاشرے کے پسماندہ لوگوں کے لئے ہی سب کچھ تھا، جب کہ آپ اس وقت غارِ حرا میں عبادت گزاری میں مصروف رہا کرتے تھے۔ پھر منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد تو اس جزبہ میں اور چاند لگ گئے اور خصوصیت کے ساتھ مومنین کے لئے آپؐ کا دل نرم ہوگیا تھا۔ قرآن کریم آپؐ کی اس نرم دلی اور مومنین کی تکلیف پر مضطرب ہونے کی گواہی دیتے ہوئے کہتا ہے:

''تحقیق تمہارے پاس ایک رسول تم میں سے ہی آئے ہیں، جن پر بہت گراں گزرتا ہے تمہارا کسی مشقت میں مبتلا ہونا اور وہ تمہاری بھلائی کے بہت زیادہ حریص ہے، اہل ایمان کے ساتھ تو بہت ہی شفیق اور مہربان ہیں۔'' (۱۷)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''وہ تمہارا دکھ برداشت نہیں کرسکتا تمہاری ہر تکلیف خواہ جسمانی ہو یا روحانی اس کے دل کا دردِ غم بن جاتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کی خواہش سے لبریز ہے وہ اس کے لئے ایسا مضطرب قلب رکھتا ہے کہ اگر اس کی بن پڑے تو ہدایت وسعادت کی ساری پاکیاں پہلے ہی دن گھونٹ بنا کر پلا دیتا۔ پھر اس کی محبت وشفقت تمہارے لئے ہی نہیں وہ تمام مومنوں کے لئے خواہ عرب ہو یا عجم کے ''رؤف رحیم'' ہے۔ اور ''رؤف'' رائفت سے ہے اور اس کا اطلاق ایسی رحمت پر ہوتا ہے کہ جو کسی کی کمزوری اور مصیبت پر جوش میں آئے، پس ''رائفت'' رحمت کی ایک خاص صورت ہے اور ''رحمت'' عام ہے دونوں کے جمع کر دینے سے رحمت کا مفہوم زیادہ قوت وتاثیر کے ساتھ واضح ہو گیا۔'' (۱۸)

عہد صحابہ میں نظام کفالت

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب خلافت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی اور مسلمانوں نے ان کو تجارت کی مشغولیت سے فراغت دیدی۔ تو اب آپؓ کی اولین ذمہ داریوں میں مسلمانوں کی ''معاشی تکافل'' کے ذمے داری تھی کہنے میں تو یہ بات بہت ہلکی ہے کہ آپؓ کو تجارت کی مصروفیات سے فراغت دے دی گئی تاکہ آپؓ مسلمانوں کے معاملات کی نگرانی کرے۔

چنانچہ محمد بن سعد اللہ اپنی کتاب الطبقات الکبری میں لکھتے ہیں:

لیکن حقیقت میں آپؓ کے کندھوں پر پوری ملت اسلامیہ کی ہر ضرورت کا بوجھ ڈال دیا گیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نہایت ہی نرم دل مخلوق خدا کے خیر خواہ ہر انسان کے غم خوار اور غم گسار تھے۔ اپنے عہد خلافت میں اشیاء معاش میں کوئی کمی اور تنگی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ آپؓ بڑے دل کے مالک تھے۔ ہر وقت اپنی رعایا کو ہر نعمت سے مالا مال دیکھنا چاہتے تھے۔ انہی عطاؤں کے دروازے کو ہمیشہ کھلا رکھنے کی غرض سے آپ نے خلافت کے دوسرے سال بیت المال اپنی رہائش گاہ میں منتقل فرمالیا تھا اور جس وقت جو مال آتا اسے حاجت مندوں میں مساوی تقسیم فرمادیتے، اور کبھی آمدہ دولت سے اونٹ، گھوڑے، اور ہتھیار خرید کر فی سبیل اللہ بانٹ دیا کرتے۔

صاحب الطبقات الکبریٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ دیہاتی ساخت کی کچھ چادریں خرید کر مدینہ منورہ کی بیوہ ومحتاج خواتین میں تقسیم فرمائیں۔'' (۱۹)

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں پہلی مرتبہ تقسیم غنیمت میں ہر فرد کو سوا سات درہم حصہ ملا۔ دوسرے سال مال زیادہ آیا آپؓ نے اس کو بھی سب پر مساوی تقسیم فرمایا تو اس سال ہر شخص کے حصے میں بیس بیس درہم آئے۔ آپ کی اس مساویانہ تقسیم پر کچھ مسلمان آپؓ سے متفق نہ تھے اور ان مسلمانوں نے آپؓ سے یہ شکایت کی کہ آپؓ نے اس مساویانہ تقسیم میں فرق مراتب کو ملحوظ نہیں رکھا۔ افضل اور مفضول میں کوئی درجہ بندی نہیں کی، اگر آپؓ درجات فضیلت کی

بھی رعایت فرماتے تو بہتر ہوتا،لیکن ان تمام باتوں کو سننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ ان فضیلتوں اور کارناموں سے میں بخوبی واقف ہوں۔ان تمام چیزوں کا اجر تو اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ:

''یہ تو معاش کا مسئلہ ہے اور اس میں برابری ہی اچھی ہے''۔(۲۰)

عہد فاروقی میں معذور و نادار اور اپاہجوں کے کفالت کے حافظ محمد سعد اللہ لکھتے ہیں:

''حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں بیماروں،معذروں اور دیگر مساکین کے لئے حکومت کی طرف سے وظیفہ مقرر فرمایا آپؓ کا حکم تھا کہ سلطنت اسلامی میں جو بھی نادار غریب معذور اپاہج لوگ ہوں تو ان سب کے لئے سرکاری خزانہ سے وظیفہ مقرر کیا جائے۔لاکھوں سے متجاوز آدمی فوجی دفتر میں داخل تھے جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی۔پہلے یہ انتظام شروع کیا تو حکم دیا کہ ایک جریب (جو تقریباً 25 سیر کا ہوتا ہے) آٹا پکایا جائے جب یہ تیار ہو گیا تو تیس آدمیوں کو کھلایا۔ دونوں وقت کے لئے یہ مقدار کافی ٹھہری تو فرمایا کہ ایک آدمی کو مہینے بھر خوراک کے لئے دو جریب آٹا کافی ہے۔پھر حکم دیا کہ ہر شخص کے لئے اتنی مقدار آٹا مقرر کر دیا جائے۔''(۲۱)

اعلان عام کے لئے منبر پر چڑھے اور پیمانہ ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ میں نے ہر آدمی کے لئے تم میں سے اس قدر خوراک مقرر کر دی ہے جو شخص اس کو گھٹائے گا اسے خدا سمجھائے گا۔چنانچہ حافظ سعد اللہ نے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے:

''میں نے ہر مسلمان کے لئے فی ماہ دو مد گیہوں اور دو قسط سرکہ مقرر کیا۔''(۲۲)اس پر وہاں موجود ایک شخص نے کہا کہ کیا یہ مقدار نفقہ غلام کے لئے بھی ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں غلام کے لئے بھی اور غرباء و مساکین کے لئے بھی یہی مقدار ہے۔

عہد فاروقی میں یہ طریقہ ''کفالت'' صرف شہریوں کے لئے نہیں تھا بلکہ ہر عام و خاص کے لئے یہی طریقہ کفالت رائج تھا خواہ وہ شہر میں ہو یا دیہات میں جس بھی قوم و قبیلہ سے اس کا تعلق ہو اس کو یہ راشن بآسانی میسر ہوتا تھا۔حضرت عمرؓ نہ صرف شہریوں بلکہ دیہاتیوں کے لئے بھی باقاعدہ تجربہ کرنے کے بعد کہ ہر شخص روزانہ کس قدر کھا پی سکتا ہے ان کے لئے روزینے مقرر کئے تھے۔اور جو لوگ خود دارالخلافہ مدینہ منورہ میں نہیں پہنچ سکتے تھے تو انہیں مہینہ پر آٹا،کھجوریں،وغیرہ گھر بھجواتے اور تمام گاؤں والوں کے لئے سامان سے لدے ہوئے اونٹ بھیجے جاتے تھے۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں صرف مسلمانوں کے کفالت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ غیر مسلموں کو بھی اس میں شامل کرتے تھے اور ان کو بھی ان کے ضروریات زندگی عطاء فرماتے تھے۔اس ''کفالت'' میں عربی،عجمی،مسلمان چھوٹے بڑے،آزاد،غلام،مرد عورت،شہری دیہاتی غرض سب ہی شریک تھے۔یہاں تک کہ اس ''معاشی کفالت'' میں

غیر مسلموں کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ ان کی بھی بے دریغ امداد کی جاتی تھی۔

چنانچہ محمد یوسف الدین اسی سے متعلق لکھتے ہیں:

''نادار مسلمانوں کی امداد کے لئے ''زکوۃ'' کا محصول مسلمانوں کے مالداروں سے لیا جاتا تھا اب رہا محصول جزیہ، محصول خراج، اور غیر مسلم باشندوں سے محصول درآمد کی وصولی تو اس سے نادار ذمی رعایا کی بھی کافی امداد کی جاتی تھی۔'' (۲۳)

حضرت امام ابو یوسفؒ اپنی کتاب ''کتاب الخراج'' میں عہد فاروقی میں غیر مسلموں کی کفالت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے متعلق ایک واقعہ لکھتے ہیں:

کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ایک دروازہ پر سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک بوڑھا نابینا بھیک مانگ رہا ہے تو آپؓ نے اس کا کاشانہ پکڑ کر دریافت کیا کہ آپ کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے؟ اور یہ بھیک کیوں مانگ رہا ہے؟ تو اس بوڑھے نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں، معذوری محتاجی اور جزیہ ادا کرنے کے لئے بھیک مانگ رہا ہوں۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور جو کچھ دینا تھا دیدیا اور ''بیت المال'' کے نگران کو بلا کر آئندہ کے لئے تاکید کی کہ اس قسم کے لوگوں کو تلاش کر کے ''بیت المال'' سے ان کی ''کفالت'' کیا کریں۔

''اس شخص کو اور اس قسم کے دیگر لاچار (غیر مسلم) لوگوں کو تلاش کیا جائے، خدا کی قسم ہم انصاف کرنے والے نہیں ہوسکتے کہ ان کی جوانی کی کمائی (جزیہ) تو کھائیں اور ان کے بڑھاپے کے وقت بھیک مانگنے کی ذلت میں مبتلا کردیں'' کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: ''بے شک صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہے'' تو میری رائے یہ ہے کہ اس میں فقراء سے مسلمانوں کے نادار مراد ہیں جبکہ مساکین سے اہل کتاب کے مفلس و نادار لوگ مراد ہیں۔ اور حضرت عمرؓ نے اس شخص کو اور اس طرح کے تمام نادار اہل کتاب کا جزیہ ساقط کردیا۔'' (۲۴)

احمد بن یحییٰؒ نے حضرت فاروق اعظمؓ کے سفر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شام کے سفر میں دمشق جاتے ہوئے عیسائیوں کے اس جماعت سے آپؓ کا گزر ہوا جو جزام میں مبتلا تھی۔ آپؓ نے ان کے اس قابل رحم حالت کا دیکھ کر یہ حکم دیا کہ ان کو صدقات میں سے مدد دی جائے اور ان کے بیت المال سے باقاعدہ روزینے جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا۔'' (۲۵)

حضرت فاروق اعظمؓ کے بیان کردہ الفاظ میں ذرا غور کرے تو ہمیں بہت سارے اسباق ملتے ہیں اور خاص کر ان کے آخری الفاظ کہ ''جوانی کے کمائی کھائیں اور بڑھاپے میں رسوا چھوڑ دے'' قابل غور ہیں، جس طرح حکومتیں مالداروں سے محصول وصول کرتی ہیں اسی نادار ہو جانے پر سرکاری خزانہ سے مدد کرنا حکومتوں کا فرض ہونا چاہیئے۔

اسلام میں خواتین کی معاشی کفالت:

اسلام خواتین کے بارے میں حد اعتدال قائم کرتے ہوئے ان کے جائز حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔ اسلام نہ تو خواتین کو تحریک آزادی نسواں کے علمبرداروں کی طرح مردوں کے مساوی قرار دیتا ہے اور نہ ہی مذاہب باطلہ کی طرح انہیں انسانیت کے دائرے ہی سے خارج کرتا ہے بلکہ جو اس خواتین کا فطری مقام ہے اس کی مناسبت سے اس کے حقوق کا تعین کرتا ہے جو کہ اسلام کی صداقت وحقانیت کی واضح دلیل ہے۔ چنانچہ پہلے تو واضح الفاظ میں اس فطری تفاوت اور غلط فہمی کا ازالہ کرتا ہے کہ مرد اور خواتین ایک جیسے صلاحیت کے مالک نہیں ہیں اور نہ ہی کبھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا جو چیز ناممکن ہو اس کی آرزو وتمنا بھی وقت کا ضیاع ہے۔ چنانچہ اسی کے متعلق ارشاد باری تعالی ہے:

> ''اور ہوس مت کرو جس چیز میں اللہ نے بڑائی دی ایک کو ایک پر، مردوں کا حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کا حصہ ہے اپنی کمائی سے، اور مانگو اللہ سے اس کا فضل۔'' (۲۶)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ مفتی شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

> ''بعض عورتوں نے آپ ﷺ کی خدمت عرض کیا کہ کیا سبب ہے کہ ہر جگہ حق تعالی مردوں کو خطاب فرماتا ہے اور ان کو حکم کرتا ہے، عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا اور میراث میں مردوں کو دوہرا حصہ دیا جاتا ہے عورت سے۔ اس آیت میں ان سب کا جواب دیا گیا''۔ (۲۷)

گویا اس آیت میں جنسی تفریق کو مٹانے کی آرزو کی مذمت کی گئی اور جو چیز کارآمد ہے اس کی ترغیب دی گئی یعنی اعمال کے اعتبار سے آخرت میں مرد اور عورت میں تفاوت نہ ہوگا، وہاں اجر میں مساوات ہوگی تو اس کے طلب کا حکم دیا گیا اس آیت میں ایک عمومی حکم تھا کہ اللہ کا جو بنایا ہوا نظام فطرت ہے اس کے ساتھ افضل ومفضول کا ہونا ایک لازمی چیز ہے اور اس نظام کے تحت ہی ایک مثالی معاشرہ قائم کرنے کی غرض سے نوع انسانی میں یہ چیز تقسیم جاری فرمائی اور مرد کو عورت پر برتری عطاء فرمائی، پھر اس برتری کی وجہ بھی اگلی آیت میں بیان فرمادی گئی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

> ''مرد حاکم ہے عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے انہوں نے اپنا مال۔'' (۲۸)

خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر اللہ تعالی نے حاکم اور نگران بنادیا۔ دو وجوہات کی بناء پر۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اصل سے بعضوں کو بعضوں پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم وعمل میں کہ جن دونوں پر تمام کمالات کا مدار ہے فضیلت اور بڑائی عطاء فرمائی۔ دوسری وجہ کسبی ہے کہ مرد عورت پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور مہر، خوراک اور پوشاک جملہ ضروریات کا ''متکفل'' کرتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کے نفقہ کی مکمل ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے اور شادی کے سب سے زیادہ اس کا ذمہ دار اس کا شوہر ہوگا۔

اسلام میں بچوں کی معاشی کفالت:

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے بچوں سے دلچسپی کی ابتداء کی تھی۔اسلام نے محض بچوں کی پیدائش کے بعد سے ہی مسلسل اس میں دلچسپی نہیں لی بلکہ اس کی تولید سے پہلے ہی بچوں کے حقوق کی کھل کر وضاحت بھی کی ہے اسلام میں بچپن کی تصویر کشی ایک ایسی خوب صورت دنیا کے طور پر کی گئی ہے، جہاں مسرت ہے، حسن ہے، قرآنی آیات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالی بھی بچپن کو پسند فرماتے ہیں۔اسی لیے اللہ تعالی نے اس بچپن کی قسم کھائی ہے ارشاد خداوندی ہے:

''قسم کھاتا ہوں اس شہر کی، اور تجھ پر قید نہیں رہے گی اس شہر میں۔اور قسم ہے والدین کی اور بچوں کی۔'' (۲۹)

ووالد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہے جو سب انسانوں کے باپ ہے، اور **وما ولد** سے مراد آدم علیہ السلام کی اولاد ہے جو ابتداء دنیا سے لیکر قیامت تک ہوگی۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد پاک ہے:

''اے زکریا: ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحی ہے۔'' (۳۰)

اسی طرح اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بچوں کو آنکھ کی ٹھنڈک کہا ہے: چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

''اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری عورتوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطاء فرمایئے۔'' (۳۱)

حضرت حسن بصریؒ کے قول کے مطابق آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد یہ ہے کہ باپ اپنے اولاد کو اللہ تعالی کی اطاعت میں مشغول پائیں یہی ایک انسان کے لئے آنکھوں کی اصلی ٹھنڈک ہے۔اور اگر اس سے مراد اولاد اور بیویوں کے صحت، عافیت، اور خوشحالی مراد لی جائے تو تب بھی درست ہے۔نیز قرآن مجید نے بچوں کو رونق دنیا قرار دیا ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

''مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی رونق ہے۔'' (۳۲)

اسلام کی آمد سے قبل قتل اولاد کا دستور عام تھا، لوگ غربت اور مفلوک الحال ہونے کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کردیا کرتے تھے۔عام طور پر لوگوں میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ لوگ اپنی بیٹیوں کو قتل کرتے تھے، بلکہ لوگ اولاد کو کھلانے پلانے کے ڈر سے قتل کردیا کرتے تھے۔قرآن مجید نے سختی کے ساتھ اس فعل قبیح سے منع کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا:

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ہم تمہیں بھی اور انہیں بھی رزق دیتے ہیں۔'' (۳۳)

جاہلیت کے زمانہ میں بے رحمی اور سنگدلی کی یہ بدترین رسم چل پڑی تھی کہ جس گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو اس عار کے خوف سے کہ کسی کو داماد بنانا پڑیگا زندہ گڑھے میں دفن کردیتے تھے، اور بعض اوقات اس خوف سے کہ اولاد کے لئے ضروریات زندگی اور کھانے پینے کا سامان جمع کرنے میں مشکلات پیش آئیں گی، یہ سنگدل لوگ اپنے بچوں کو اپنے ہاتھوں

سے قتل کر دیتے تھے۔قرآن کریم نے اس رسم کو مٹایا، اس میں ان کے اس ذہنی مرض کا بھی علاج کر دیا جس کے سبب وہ اس بدترین جرم کے مرتکب ہوتے تھے کہ بچوں کو کھانا کہاں سے کھلائیں گے۔اللہ تعالی نے اس آیت میں بتلا دیا کہ کھانا کھلانے اور رزق پہنچانے کے اصل مالک تم نہیں، یہ کام براہ راست اللہ تعالی کا کام ہے۔تم لوگ خود اپنے رزق اور کھانے میں بھی اسی کے محتاج ہو، وہ دیتا ہے تو تم بچوں کو بھی دیتے ہو۔اگر وہ نہ دے تمہیں تو تمہاری کیا مجال ہے۔معلوم ہوا کہ ماں باپ کا یہ تصور غلط ہے کہ ہم بچوں کو رزق دیتے ہیں، بلکہ اللہ تعالی ہی کے خزانہ غیب سے ماں باپ کو بھی رزق ملتا ہے اور اولاد کو بھی۔اسی طرح ایک دوسری جگہ بچوں کی معاشی کفالت کے حوالے سے ارشاد باری تعالی ہے:

''اور قتل نہ کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے ہم روزی دیتے ہیں ان کو بھی اور تم کو بھی بے شک ان کا قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔'' (۳۴)

قرآن کریم انسان کو رزق کا ٹھیکدار بننے کے بجائے اللہ کا بندہ بننے کی ہدایت کی ہے اور یہ بتا دیا ہے کہ آج جس بچے کو معاشی بوجھ سمجھ کر قتل کر رہے ہو گزشتہ کل تک تم بھی ایسے ہی کمزور ولاچار تھے۔اس رزاق مطلق نے تمہیں رزق دے کر یہاں تک پہنچایا اور اب بھی بدستور تمہیں رزق مل رہا ہے۔پھر تم اس رزاق کی ذات کو فراموش کر کے اپنے آپ کو رزاق سمجھ رہے ہو۔

اسلام میں لاوارث بچوں کی کفالت:

معاشرہ میں رہنے والے قبیلے،خاندان اور برادریاں بطور شناخت ایک دوسرے سے ممتاز ہوتی ہے،ان کی رہائش،ان کا معاش اور ان کا تمدن جداگانہ ہوتا ہے۔لیکن بحیثیت معاشرت سبھی ایک ہوتے ہیں۔غم اور خوشی میں شریک ہونا ان کا اخلاقی فریضہ ہوتا ہے۔حوادث زمانہ کے تھپیڑے کھائے ہوئے لوگوں کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کی تکمیل کو وہ اپنی سماجی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔اور کم وبیش سماج کے لوگ اس ذمہ داری کو اس لیے نبھاتے ہیں کہ وہ ان کے لیے گراں بار نہیں ہوتے ،لیکن آج کے دور کا سب سے بڑا مسئلہ سماج کے لاوارث اور یتیم بچوں کی کفالت ہے۔معاشرہ کے صاحب حیثیت ومتمول حضرات کے بھی قدم اس موڑ پر آ کر رک جاتے ہیں۔کیوں کہ ان کے سامنے یتیموں کا صرف پیٹ بھرنا ہی ایک ضرورت نہیں بلکہ ان کی نگہداشت،تعلیم وتربیت اور ساری ضروریات کی تکمیل ایک لمبے عرصے کی متقاضی ہوتی ہے۔یہی سوچ کر گویا ایک ہر اپنے کو بری الذمہ قرار دیتا ہے۔اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان بچوں کی زندگیاں یوں ہی ضائع ہو جایا کرتی ہیں۔اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔اس میں ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔اللہ پاک نے کسی کو بے یار ومددگار نہیں چھوڑا۔ہر ایک کے لیے ایسے اسباب وذرائع مہیا کر دیے ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ اللہ کی زمین پر اپنی زندگی کے ایام گزار سکے۔یتیم ونادار اور لاوارث بچوں کے بھی حقوق ہیں۔ان کی مکمل کفالت ان کے حقوق کی پاسداری ہیں اور ان سے منہ موڑ لینا ان کے حقوق کی پامالی ہے۔

گویا یتیم ونادار اور لاوارث بچوں کی دو حیثیتیں ہیں: (۱) ان کے پاس مال ہو (۲) ان کے پاس مال نہ ہو۔ لیکن ان کے عصبات، قریبی رشتہ دار یا ذوی الارحام میں سے کوئی رشتہ ہو۔

پہلی صورت میں یعنی اگر ان کے پاس مال موجود ہیں تو ان کی پرورش ان کی اپنی مال ہی سے کی جائے گی۔ خواہ ان کا کفیل قریبی رشتہ دار ہو یا ذوی الارحام یا کوئی غیر ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پوری احتیاط کے ساتھ ان کی مال ان پر خرچ کرے۔ اور ان کی تربیت وغیرہ کا خاص خیال رکھیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے تاکید کی ہے کہ ان کا مال پوری ایمان داری کے ساتھ ان پر خرچ کرو، اپنی ذات میں ان کا مال ہرگز استعمال نہ کرو۔ ارشاد باری تعالی ہے:

''یعنی نہ کھاؤ ان کا مال اپنے مال کے ساتھ یہ بہت بڑا وبال ہے۔'' (۳۵)

جب یہ بچہ بالغ ہو جائے اور کچھ سمجھ بوجھ ان کے اندر آجائیں نفع اور نقصان کی تمیز ان میں آجائے تو ان کا مال ان کے حوالہ کرو۔ ارشاد خداوندی ہے:

''پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری تو حوالے کردو ان کا مال ان کا۔'' (۳۶)

حکم قرآنی یہ ہے کہ جب تم ان میں ہوشیاری محسوس کرو تو تب ان کی مال ان کے سپرد کرو۔ اس ہوشیاری کی کیا میعاد ہے۔ تو قرآن مجید میں اس میعاد کی کوئی صراحت موجود نہیں۔ اس لیے بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں جب تک ہوشیاری محسوس نہ کی جائے اس وقت تک ان کے مال ان کی سپرد نہ کی جائے اگر چہ اس میں ساری عمر لگ جائے، تب تک سابق ولی کے حفاظت وامانت میں رہیں گے۔

جب کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس جگہ عدم ہوشیاری سے وہ مراد ہے جو بچپن کے اثر سے ہو اور بالغ ہونے کے دس سال بعد تک بچپن کا اثر ختم ہو جاتا ہے اس لیے پندرہ سال عمر بلوغ اور دس سال سن رشد وہوشیاری یہی کل پچیس سال کی عمر ہو جانے پر وہ رشد وہوشیاری ضرور حاصل ہوگی جس کے حاصل ہونے میں بچپن اور کم عمری حائل تھی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان کے پاس مال نہیں ہے: لیکن ان کے عصبات یا ذوی الارحام موجود ہیں، تو پھر ان کی پرورش وپرداخت کے ذمہ دار یہی حضرات ہوں گے۔ البتہ ان میں یہ ترتیب ہوگی کہ عصبات میں زیادہ حقدار وہ ہوں گے جو رشتہ میں زیادہ قریب ہوں گے۔ اور اگر عصبات موجود نہ ہوں تو ذوی الارحام ان کی کفالت کریں گے اور ان میں بھی قریبی رشتہ داری کو ترجیح دی جائے گی۔

مراجع وحواشی

۱۔　فیروزالدین: فیروز اللغات، فیروزسنز، کراچی، ۲۰۰۴ء ص ۱۰۱۷،

۲۔　شامی، محمد ابن عابدین: ردالمختار، ایچ ایم سعید، کراچی، ۲۰۰۰ء، ج ۵، ص ۲۸۱

۳۔　سلیم رستم باز: شرح مجلۃ الاحکام العدلیہ، احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۴ھ، مادہ ۶۱۲، ص ۳۳۳

۴۔ شامی، محمد ابن عابدین: ردالمختار، ایچ ایم سعید، کراچی، ۲۰۰۰ء، ج ۵، ص ۲۸۱
۵۔ القرآن، سورۃ البقرہ: ۲۔۳ ۶۔ القرآن سورۃ البقرہ: ۲۔۲۶۷ ۷۔ القرآن سورۃ الاحزاب: ۳۳۔۶
۸۔ بخاری محمد بن اسمعیل: صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۳، ج ۱
۹۔ غفاری نور محمد: نبی کریمؐ کی معاشی زندگی، مکتبہ ابوذر غفاری، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء ص ۲۳۳
۱۰۔ طبری ابو جعفر محمد بن جریر: تفسیر طبری قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲۰۰۱ء، ج ۹، ص ۱۰۹
۱۱۔ بخاری محمد بن اسمعیل: صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲۰۰۳ء ج ۲، ص ۸۰۵
۱۲۔ علامہ علی قاری: مرقاۃ المفاتیح، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ (س،ن) ج ۴، ص ۴۲۳
۱۳۔ امام ابوالحسن مسلم قشیری: صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی ۱۹۵۶ء ج ۱، ص ۳۲۳
۱۴۔ امام ابوزکریا یحی بن شرف الدمشقی: ریاض الصالحین، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۰۰۵، ص ۲۱۶
۱۵۔ بخاری محمد بن اسمعیل: صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲۰۰۳ء ج ۱، ص ۱۵۶
۱۶۔ بخاری محمد بن اسمعیل: صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲۰۰۳ء ج ۱، ص ۳ ۱۷۔ القرآن سورۃ التوبہ: ۹، ۱۲۸
۱۸۔ مولانا غلام رسول مہر: رسول رحمتؐ، مقالاتِ مولانا ابوالکلام آزاد، غلام علی اینڈ سنز، لاہور، (س،ن) ص ۱۳۶
۱۹۔ محمد بن سعداللہ: الطبقات الکبری، دار صادر، بیروت، ۱۹۵۷ء ج ۲، ص ۱۵۱۔۱۵۲
۲۰۔ ابوعبیدہ قاسم بن سلام: کتاب الاموال، ادارہ تحقیق اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۷۶ء، ص ۳۵۳
۲۱۔ حافظ محمد سعداللہ: بنیادی ضروریاتِ زندگی اور اسلام اقبال پبلشنگ کمپنی، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۳۳۸ ۲۲۔ ایضاً ص ۳۳۹
۲۳۔ محمد یوسف الدین: اسلام کا معاشی نظریے، الائیڈ بک کمپنی، کراچی، ۱۹۷۴ء، ج ۲ ص ۴۵۷
۲۴۔ امام ابو یوسف: کتاب الخراج، قاہرہ، المطبعۃ السّلفیہ، قاہرہ ۱۳۸۲ھ ص ۱۲۶
۲۵۔ احمد بن یحی البلاذری: فتوح البلدان، المطبعۃ البابی الحلبی، مصر ۱۳۱۹ھ، ص ۱۳۶ ۲۶۔ القرآن سورۃ النساء: ۴۔۳۲
۲۷۔ عثمانی علامہ شبیر احمد: تفسیر عثمانی، جدہ، مملکت سعودی عربیہ، جدہ، ۱۴۰۹ھ، ص ۱۰۷ ۲۸۔ القرآن سورۃ النساء: ۴۔۳۴
۲۹۔ القرآن سورۃ البلد: ۹۰۔۳، ۲، ۱ ۳۰۔ القرآن سورۃ المریم: ۱۹۔۷ ۳۱۔ القرآن سورۃ الفرقان: ۲۵۔۴۷
۳۲۔ القرآن سورۃ الکھف ۱۸۔۴۴ ۳۳۔ القرآن سورۃ الانعام: ۶۔۱۵۱ ۳۴۔ القرآن سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷۔۳۱
۳۵۔ القرآن سورۃ النساء: ۴۔۲ ۳۶۔ القرآن سورۃ النساء: ۴۔۶

جدید تحریک نسواں اور اسلام۔۔۔ایک تحقیقی مطالعہ

عبدالودود سرپرہ*

ABSTRACT:

The beginning of modern movement for women's rights traces with the establishment of organization, "The united Nations" which came out into existence as a result of Second World War In this connection, conferences as a result of Mexico, Copenhagen, Nairobi, and in Beijing under the supervision of U.N in which first of all demand for women's rights and then the demand for equal rights of women grew powerful. Initially in the Islamic world it began from Egypt and then started whole world of Islam from Turkey, Iran and Afghanistan. And eventually how it got transformed into the deception of women's independence from women's right, is not only a moment of anxiety for Islamic world but for the whole humanity as well.

Keywords: Women, Freedom, Rights, Conferences, Islam, U.N.

جدید تحریک حقوق نسواں کا آغاز:

بین الاقوامی سطح پر اب تک منعقد ہونے والی خواتین کے حقوق سے متعلق تمام کانفرنسز کی جڑیں دوسری جنگ عظیم کے نتیجے میں وجود میں آنے والی بین الاقوامی تنظیم اقوام متحدہ کے قیام سے جاملتی ہیں۔اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق دنیا سے غربت اور جہالت کا خاتمہ، بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی اور دنیا کے تمام ممالک میں بسنے والے لوگوں کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا ہی درحقیقت اقوام متحدہ کے بنیادی مقاصد ہیں۔(۱)

انہی مقاصد نے اقوام متحدہ کے قیام (۱۹۴۵ء) کے فوراً بعد انسانی حقوق کے کمیشن Human Rights Commission کو جنم دیا۔(۲)

اور اس کمیشن کے صرف ایک ہی سال کے بعد بین الاقوامی افق پر خواتین کے حقوق سے متعلق ایک Women Rights Commission قیام عمل میں آیا۔اس کے مقاصد بالکل وہی تھے جن کا پرچار یورپ میں فرانسیسی انقلاب کے بعد شروع ہونے والی Feminist تحریک یا آزادی نسواں کی تحریک کے علمبردار اب تک کرتے آئے تھے۔اسی تحریک کے ثمرات کی روشنی میں اقوام متحدہ کے کمیشن برائے نسوانی حقوق کے مقاصد کا تعین کیا گیا جس کا سب سے بڑا نعرہ عورتوں

* لیکچرر گورنمنٹ انٹر کالج، مچھ بلوچستان　　برقی پتا: Azizmandai86@gmail.com

تاریخ موصولہ: ۲/۳/۲۰۱۶ء